Anwar al-Sirah: International Research Journal for the Study of the Prophet Muhammad (PBUH)'s Biography
ISSN: 3006-7766 (online)and 3006-7758 (print)
Open Access: https://journals.iub.edu.pk/index.php/anwaralsirah/index
Published by: Seerat Chair, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

عائلی زندگی اور جدید تہذیبی مسائل: اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں اصلاحی تجاویز

Family Life and Modern Civilization Challenges: Reformative Suggestions in the Light of the Prophet (ﷺ)'s Life

Samia Faisal
M.Phil Scholar, Department of Islamic Studies, Riphah International Univeristy, Faisalabad
Suleman Khalil*
Ph.D. Scholar, Department of Islamic Studies, Government College Univeristy, Faisalabad
Email: rsulemankhalil@gmail.com
Arisha Nisar
M.Phil Scholar, Department of Islamic Studies, Riphah International Univeristy, Faisalabad

Abstract

Islam has established specific rights and responsibilities for both spouses to safeguard familial relationships from disputes and conflicts. Failure to fulfill these obligations, as well as excesses or deficiencies, not only creates discord between spouses but also gradually affects the entire family. Children and other family members connected to the couple also suffer, indirectly contributing to societal unrest and anxiety.In society, women often appear as victims of oppression, while men are frequently portrayed as oppressors. Indeed, many men fall short in treating their wives with kindness and respect. Today's family life faces numerous challenges, leading to marital relationships—which should ideally be a source of peace, love, and tranquility—turning into causes of mutual hatred, hostility, and grievances. Consequently, family life is profoundly affected, and new issues continue to emerge. The following article identifies some of these problems and outlines guiding principles for their resolution based on the example of the Prophet Muhammad (ﷺ).

Keywords: Sirat-e-Tayyaba, Family Life, Civilization, Challenges, Suggestions

تعارف:

عائلی زندگی کا نظام زوجین، والدین، اور اولاد کے تعلقات پر قائم ہوتا ہے۔ اس نظام کو مستحکم رکھنے کے لیے مرد اور عورت دونوں پر یکساں ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، کیونکہ اس کی مضبوطی دونوں کے مثبت کردار پر منحصر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کے تسلسل اور تحفظ کے لیے مرد وعورت کی دو جنسیں تخلیق کیں اور ان میں ایک دوسرے کے لیے کشش اور قربت کے جذبات ودیعت کیے۔ یہ فطری کشش انہیں زندگی کے ہر موڑ پر ایک دوسرے کا ساتھ دینے، دکھ سکھ میں شریک ہونے، اور زندگی کی مشکلات کا مقابلہ کرنے کے قابل بناتی ہے۔ مرد اور عورت کا وجود ایک دوسرے کے بغیر نامکمل رہتا ہے۔ مرد اپنی تمام تر قابلیت کے باوجود عورت کے بغیر بے نیاز نہیں ہو سکتا اور عورت، اپنی تمام صفات کے باوجود، مرد کے بغیر مکمل سکون و اطمینان کی زندگی نہیں گزار سکتی۔ یہی تعلق انسان کی تمدنی اور سماجی سرگرمیوں کے لیے بنیاد فراہم کرتا ہے اور حیات کے تسلسل کو یقینی بناتا ہے۔

مولانا مودودی لکھتے ہیں کہ:

عائلی نظام، عورت اور مرد کے ایک مضبوط اور مستقل اور تعلق پر مبنی ہے جسے نکاح کہا جاتا ہے۔ یہ تعلق افراد کی زندگی میں سکون،

---

* Email of corresponding author: rsulemankhalil@gmail.com

استحکام، اور تسلسل پیدا کرتا ہے۔ یہی تعلق فرد کو اجتماعیت میں بدل کر معاشرتی زندگی کا حصہ بناتا ہے اور انتشار کے رجحانات کو ختم کر کے تمدن کا معاون بناتا ہے۔ اسی نظام کے تحت محبت، امن، اور ایثار کا ماحول پیدا ہوتا ہے، جہاں نئی نسلیں بہترین اخلاق، عمدہ تربیت، اور مضبوط کردار کے ساتھ پروان چڑھ سکتی ہیں۔[1]

اسلام نے عائلی معاملات کو باہمی نزاعات اور لڑائی جھگڑوں سے بچانے کے لئے زوجین کے ہر فریق کے لئے حقوق و فرائض متعین کر دئے ہیں۔ ان فرائض کی عدم ادائیگی سے اور افراط و تفریط سے نہ صرف زوجین میں باہمی اختلافات جنم لیتے ہیں بلکہ آہستہ آہستہ یہ معاملات بگڑ کر پورے خاندان کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ اس سے بچے بھی متاثر ہوتے ہیں اور زوجین سے متعلقہ افراد بھی اس کی لپیٹ میں آتے ہیں۔ اور بالواسطہ معاشرہ کی بے سکونی اور بے چینی میں اضافہ ہوتا ہے۔ معاشرے میں بظاہر عورت مظلومیت کا شکار اور مرد کے لئے تختہ مشق نظر آتی ہے۔ یقیناً اکثر مرد اپنی عورتوں کے ساتھ حسن سلوک میں بہت پیچھے نظر آتے ہیں۔ آج کی عائلی زندگی بہت سے مسائل سے دوچار ہے جس کی وجہ سے ازدواجی زندگی جو سکون و اطمینان اور محبت کا باعث ہونی چاہئے وہ باہمی نفرتوں عداوتوں اور رنجشوں کا سبب بن رہی ہے۔ اس سے عائلی زندگی شدید متاثر ہو رہی ہے اور نت نئے عائلی مسائل سامنے آرہے ہیں۔ ذیل میں چند ایک مسائل کی نشان دہی کی گئی ہے اور پھر ان مسائل کے حل کے لیے اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں اصلاحی تجاویز بیان کی گئی ہیں۔

1۔ شوہر کی نافرمانی اور سرکشی

عصر حاضر میں ہمارا معاشرہ مغرب کی اندھا دھند تقلید کے نتیجے میں گوناگوں بیماریوں میں مبتلا ہو گیا ہے۔ ان میں سے ایک اہم بیماری عورت کی سرکشی اور شوہر کی اطاعت سے فرار ہے۔ یہ عورت کی نادانی کا نتیجہ ہے کہ گھر کا وجود جو باعث رحمت و سکون ہے، ایک اذیت اک قید خانے میں تبدیل ہو گیا ہے اور گھر کا آرام و چین کہیں گم گیا ہے۔ نت نئے ازدواجی مسائل کی بنا پر ایک طرف طلاق کی شرح میں تیزی سے بڑھ رہی ہے اور دوسری طرف اولاد اور دوسرے سماجی بندشوں کی وجہ سے افراد معاشرہ مجبوراً اس رشتہ کو نبھاتے ہوئے ایک نفسیاتی زندگی گزار رہے ہیں۔

اسلامی قانون ازدواج کی تدوین فطرت انسانی کے مطابق نہایت منظم اور بااصول انداز میں کی گئی ہے۔ ازدواجی زندگی میں اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر ایک درجہ زیادہ دیا ہے۔ ارشاد باریٰ تعالیٰ ہے:

”اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ“[2]

”مرد عورتوں پر نگران ہیں۔ اللہ نے ان کو اس لیے فضیلت دی کہ انہوں نے اپنا مال خرچ کیا ہے۔“

اس اصول کے تحت مرد کو صاحب امر اور عورت کو ماتحت بنایا گیا ہے۔ مرد کو اس بنا پر اضافی خصوصیات سے نوازا گیا ہے کیونکہ یہ ایک امر حقیقت ہے کہ خانگی وازدواجی ذندگی کے لئے زوجین میں سے ایک کا نگران ہونا لازمی ہے۔ علامہ ابراہیم امینی لکھتے ہیں:

”ایک خاندان کے افراد کے درمیان مکمل ہم آہنگی اور باہمی مفاہمت ضروری ہے، لیکن اس کے لیے ایک دانا اور سمجھدار سرپرست کا ہونا بھی لازمی ہے۔ وہ گھر جہاں کسی مدبر اور بااثر سرپرست کی کمی ہو، عموماً نظم و ضبط سے محروم رہتا ہے۔ گھر کی سرپرستی چاہے مرد کے سپرد ہو اور عورت اس کی اطاعت کرے، یا عورت سرپرست ہو اور مرد اس کی فرمانبرداری کرے، ایک موثر قیادت ناگزیر ہے۔ تاہم، یہ ذمہ داری مرد زیادہ موثر انداز میں انجام دے سکتے ہیں، کیونکہ ان کے فیصلے جذبات کی بجائے عقل کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔“[3]

گویا خاندان کی فلاح و بہبود اسی میں ہے کہ مرد کو خاندان کا ولی اور سرپرست قرار دیا جائے۔ اگرچہ یہ بھی اہم ہے کہ امور خانہ داری کا ایک بڑا حصہ عورت کے زیر نگرانی ہوتا ہے اور زیادہ تر فیصلے اور امور اسی کی مرضی اور اختیارات پر طے پاتے ہیں لیکن خانگی زندگی کے بیشتر مسائل مرد کی توجہ اور فیصلے کے محتاج ہوتے ہیں۔ مرد کی رائے اور مشورہ اس ضمن میں بہتر فیصلہ کرتے ہیں۔ مولانا مودودی اس ضمن میں لکھتے ہیں:

"اسلامی قانون نے مرد کو خاندان کا قوام مقرر کیا ہے اور اس پر عورت کے مہر، نفقہ، نگہداشت، اور خبر گیری کی ذمہ داری عائد کی ہے۔ اسی بنیاد پر مرد کو چند ایسے اختیارات دیے گئے ہیں جو خاندانی زندگی کے نظم وضبط کو برقرار رکھنے، گھر کے اخلاق اور حسن معاشرت کی حفاظت کرنے، اور اپنے حقوق کو تلف ہونے سے بچانے کے لیے ضروری ہیں۔"[4]

اسلام دشمن عناصر کی جانب سے گزشتہ دو دہائیوں سے یہ کوشش کی جاری ہے کہ مسلمان معاشروں میں سے اسلام کی اعتقادی اور اخلاقی بنیادوں کو اکھاڑ دیا جائے اور اس کو مغرب کی سامراجی طاقتوں کے لئے تر نوالہ بنادیا جائے۔ اسی سازش کے ضمن میں مسلمانوں کے بنیادی ادارے خاندان کی ریختگی اور شکستگی کا سامان کیا گیا۔ نعیم صدیقی اس صورت حال کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مغرب نے ہمارے گھروں میں نقب لگا کر عورت کو اپنے طلسم میں جکڑنے کی کوشش شروع کر دی ہیں اور ادھر ہمارے ہاں کی تعلیم یافتہ عورت ان پڑھ عورتوں سے زیادہ بھولی بھالی نظر آرہی ہے یعنی بجائے اس کے وہ فکری اور ثقافتی استعمار کی یلغار کو تعلیم کے ذریعے سمجھ کر اپنے طور طریقوں پر ڈٹ جاتی اور زمانے کی یورش کا مقابلہ کرتی اور اس کام کے لئے نیم خواندہ اور ان پڑھ عورتوں کو بھی منظم کرتی، اس نے ماڈرن تنظیموں کے ذریعے ثقافتی استعمار کی ایجنسی سنبھال لی ہے۔"[5]

مزید عصر حاضر میں اس کے برخلاف صورت حال ہے، عورت دائرہ اطاعت سے نکلتے ہوئے خود مختاری کی دعویدار بن رہی ہے جس سے ایک طرف مرد کی نفسیاتی و جذباتی کیفیت متاثر ہو رہی ہے اور دوسری طرف عورت کا وجود ہی مرد کی اطاعت سے بے نیاز، خود مختاری کا اضافی بوجھ نہیں سنبھال پا رہا ہے اور وہ اپنے مقصد حیات سے دور ہوتی جا رہی ہے۔

عورت کی سرکشی اور نافرمانی کی بناپر مرد و عورت کے مابین حقوق و فرائض کی کشمکش میں اضافہ ہوا ہے۔ کوئی کم پر راضی نہیں نتیجتاً ایک طرف تو گھروں کے ٹوٹنے کا تناسب تیزی سے بڑھ رہا ہے اور دوسری طرف گھریلو ماحول شدید کشیدگی کا شکار ہے۔ اور ان سب میں سب سے زیادہ بدترین صورتحال اس اولاد کی ہے جو اس کشیدہ ماحول میں پروان چڑھتی ہے۔ جس کی ہمدردیاں بظاہر ماں کے ساتھ ہوتی ہیں لیکن وہ بھی ماں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کسی کی اطاعت کے زمرے میں نہیں آتے حتی کہ ماں کا وجود بھی قابل اطاعت نہیں گردانا جاتا۔

2۔ناشکری، شکوہ شکایت اور بے جا توقعات

موجودہ دور کی مادیت پرستی نے جہاں لالچ اور حرص میں اضافہ کیا ہے وہیں فطرتوں اور طبیعتوں میں ناشکراپن اور شکوہ شکایت کے عنصر میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ اکثر بیشتر عورتیں خاوندوں کے حسن سلوک اور مالی آسودگی کے باوجود ناشکرے پن کا اظہار کرتی رہتی ہیں۔ عورتوں کے اس قبیح فعل کی نہایت مذمت کی گئی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

" أُرِيتُ النَّارَ فَإِذَا أَكْثَرُ أَهْلِهَا النِّسَاءُ يَكْفُرْنَ، قِيلَ: أَيَكْفُرْنَ بِاللَّهِ، قَالَ: يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ، وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ لَوْ أَحْسَنْتَ إِلَى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ، ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا، قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ"[6]

"میں نے دوزخ کو دیکھا اور اس میں زیادہ تر عورتیں تھیں جو شکر ادا نہیں کرتیں۔ صحابہؓ نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا وہ اللہ کی شکر گزار نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، وہ اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی ہیں اور ان کے احسانات کو بھلا دیتی ہیں۔ اگر تم ان میں سے کسی کے ساتھ عمر بھر بھلائی کرتے رہو اور ایک بار کوئی ایسی بات ہو جائے جو انہیں ناگوار گزرے، تو وہ فوراً کہہ دیتی ہیں: "میں نے تم سے کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی۔"

انسان کی فطرت ہے کہ اگر وہ کسی پر احسان کرتا ہے یا اپنی دولت خرچ کرتا ہے تو اس بات کا متمنی ہوتا ہے کہ اس کی قدردانی کی جائے اور اظہار تشکر کیا

جائے۔ یہ چیز اس کے لئے ترغیب و ہمت افزائی کا سبب بنتی ہے اور وہ مزید احسان اور نیکی کرنے کی جانب مائل ہوتا ہے۔ مرد حضرات بھی اپنے اہل و عیال کا نان نفقہ برداشت کرتے ہیں اور ان کی جملہ ضروریات کا خیال رکھتے ہیں۔ یہ ان کی ذمہ داری ہے۔ لیکن اگر ان کے فرائض میں شامل میں معمولی سی بھی کمی بیشی کی بنا پر ناقدری، عیب جوئی کی جائے تو یہ ان کے لئے تکلیف اور ضرر کا سبب بنتا ہے۔ جس کے رد عمل کی صورت میں وہ عورتوں کے حقوق میں کوتاہی برتنے لگتا ہے۔ [7]

معاشرے میں دینی شعور کا فقدان مرد وزن دونوں کے لئے فتنہ بن چکا ہے۔ مادیت پرستی اور مفاد پرستی نے معاشرے میں ایک نہ ختم ہونے والی حرص و ہوس کی دوڑ کو جنم دیا ہے، اب اس بلند معیار زندگی کی دوڑ نے مرد وزن دونوں میں حلال و حرام کی تمیز مٹادی ہے۔ اور مزید کے چکر نے زندگی کو معیشت گاہ بنادیا گیا ہے۔ نعیم صدیقی لکھتے ہیں:

> "یہ سارا بوجھ خاوندوں یا باپوں اور بھائیوں کی آمدنیوں پر پڑتا ہے اور وہ بیچارے حلال سے اسے پورا نہیں کر سکتے تو حرام کے راستوں پر حاصل کرتے ہیں۔"[8]

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اکثر خواتین اپنی بے جا فرمائشوں اور مطالبہ کے باعث اپنے شوہروں کے دیوالیہ کا سبب بنتی ہیں۔ عورت کا ناشکری، ناعاقبت اندیشی اور بے جا خواہشات اور توقعات اچھے بھلے خاندان کو تباہی اور بربادی کے دہانے پر پہنچا دیتی ہے۔ بظاہر چھوٹی نظر آنے والی یہ معمولی عادتیں نہ صرف گھریلو فساد اور جھگڑے کا سبب بنتی ہیں بلکہ بسا اوقات خاندانوں کے ٹوٹنے کا بھی باعث بنتی ہیں۔

3۔ عیب جوئی

الیکٹرانک میڈیا کی چکا چوند نے جہاں بلند معیار زندگی کو پروان چڑھایا وہاں شریک حیات کے لئے بھی بلند معیار اور آئیڈل تخلیق پاگئے ہیں۔ اب معاشرے میں عام رواج طے پاگیا ہے کہ ایسا شریک حیات تلاش کیا جائے جو تمام عیوب سے پاک ہو اور معاشرے میں رائج آئیڈل کے مطلوبہ صفات کا حامل ہو۔ مرد وزن ایسے آئیڈل کو اپنے دماغ میں مجسم کر لیتے ہیں جس وجہ سے نت نئے مسائل جنم لیتے ہیں۔

جن کو عیب جوئی کی عادت ہوتی ہے وہ خواہ مخواہ اپنے شریک حیات میں عیب نکالتے رہتے ہیں۔ ایک معمولی سا عیب ان کی نظروں میں ایک بڑے اور ناقابل برداشت عیب کی شکل اختیار کر جاتا ہے۔ ان کی خوبیوں کو یکسر نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور ہمیشہ نالہ و فریاد اور آہ وزاری ہوتی ہے۔ اپنی شادی پر پچھتانا اور خود کو شکست خوردہ اور بدقسمت سمجھنا یہ عام وطیرہ بن گیا ہے۔ [9]

اللہ تعالی روح ازدواج کی ضمن میں مرد وزن کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیتے ہیں۔[10] لباس کا کام جسم کی ستر پوشی اور عیب پوشی کرنا ہے۔ لہذا مرد ہو یا عورت لازما ایک دوسرے کی برائیوں اور عیبوں کو چھپانے والے ہوں نہ کہ اس کو زمانے کو ازبر کرانے والے ہوں۔

4۔ بداخلاقی

ہمارے معاشرے میں اخلاقی تربیت کا شدید فقدان ہے۔ ازدواجی زندگی میں کوتاہی اور بگاڑ کی ایک بڑی وجہ مرد وزن کی بداخلاقی اور بدزبانی ہے۔ ہمارے معاشرے میں اسلام کی اخلاقی تعلیمات کا عمل دخل اتنا محدود ہو گیا ہے کہ ہر جگہ بداخلاقی اور بدزبانی نے ڈیرے ڈال لیے ہیں اور اخلاقی معاملات میں دوہرے معیارات اور منافقانہ رویہ پایا جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ازدواجی زندگی کی اکثر پریشانیوں اور مشکلات کو اخلاق حسنہ کے ذریعہ حل کیا جا سکتا ہے۔ زوجین کی اعلی ظرفی اور خوش اخلاقی ہی باہم کامیاب ازدواجی زندگی کی کلید ہے۔ معاشرے میں صورتحال اس کے برعکس ہے۔

گھریلو معاملات میں صبر و استقلال کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ زوجین کی برداشت، ایثار اور بلند ہمتی سے ہی گھروں میں خوشگوار فصف اور ماحول قائم

ہوتا ہے۔زبان عورت کی سب سے بڑی کمزوری ہے اور اسی کی بنا پر عورتوں کی اکثریت جہنم میں داخل ہوگی۔[11]

گھریلو ماحول کی درستگی میں رویے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ خصوصا زن و شوہر کے باہمی تعلقات کسی بھی گھر یا خاندان کے ماحول کی بہترین عکاسی کرتے ہیں۔اگر یہ رشتہ اعلی اقتدار پر مبنی باہمی تعاون ہمدردی و غم گساری کی صورت میں ہوگا تو ایک بہترین ماحول تخلیق پائے گا لیکن اگر اس رشتہ میں بداخلاقی، ضدِ انا، رنج انا، رنجش، جھگڑا فساد، لعن طعن کا عنصر شامل ہو تو یہ پراگندگی پورے خاندان کو لے ڈوبتی ہے۔[12]

شوہر اور بیوی کے مابین یہ اختلاف و جھگڑا صرف اس ایک گھر کو گرفت میں نہیں لیتا بلکہ ان سے منسلک دوسرے گھر اور خاندان کے دوسرے افراد بھی متاثر ہوتے ہیں۔اور یہ پورے خاندان کی تباہی کا سبب بن سکتا ہے۔ظاہری بات ہے کہ شوہر اور بیوی کے ماں باپ اپنی اولاد کی طرف داری کریں گے۔اور ساتھ ہی بہن بھائیوں کے مابین بھی بدگمانیاں بڑھ جاتی ہیں۔اسی طرح یہ باہمی رنجشیں بچوں پر بھی بدترین اثرات مرتب کرتی ہیں۔ان کی تربیت پر برا اثر پڑتا ہے اور اولاد غلط روی اور کج روی کا شکار ہو جاتی ہے اور ان میں اخلاقی وصفاتی خرابیاں پیدا ہونے لگتی ہیں۔غرض معمولی معمولی باتوں کی رنجشیں، اخلاقی صفات کے فقدان کی بنا پر نہ صرف ازدواجی زندگی کو مشکل تر بناتی ہیں بلکہ نسل نو کو بھی بدترین خسارے سے دوچار کرتی ہیں۔جس کی تلافی ممکن ہی نہیں ہوتی۔

5۔رازداری کا فقدان

قرآن مجید نے میاں بیوی کے تعلق کو لباس سے تشبیہ دی ہے۔[13]لباس چونکہ جسم کی حفاظت اور پردہ پوشی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔زوجین بھی اسی طرح ایک دوسرے کے لئے حفاظت اور پردہ پوشی کے لئے تخلیق کئے گئے ہیں۔اس رشتہ کی خوبصورتی اس بات میں مضمر ہے کہ شوہر و بیوی ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہوئے، ایک دوسرے کی خامیوں، کوتاہیوں اور اور عیبوں کی پاسبانی کریں۔

قرآن کی رو سے ازدواجی تعلقات کی بنیاد:

”حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ “[14]

”شوہروں کی غیر موجودگی میں ان کے حقوق کی اللہ کی حفاظت کی بدولت، حفاظت کرتی ہیں۔“

پر استوار ہے۔عورت کا اولین فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کی پیٹھ پیچھے نہ صرف اسکے مال اور گھر کی حفاظت کرے بلکہ اس کی عزت اور اخلاق کی بھی پاسبانی کرے۔ اس کے رازوں اور عیبوں کی پردہ پوشی کرے، اور اس کے معاملات میں اس کی معاون و مددگار بن کر رہے۔

6۔شک و بدگمانی

بدگمانی اور شک کرنا موجودہ دور کی ایک لاعلاج اور خانماں سوز بیماری ہے۔اس عادت کا شکار عمومی طور پر مرد و زن دونوں ہوتے ہیں۔بظاہر یہ معمولی بات، درحقیقت ازدواجی بگاڑ اور جھگڑوں کے لئے فتنے کا سبب بنتی ہے۔شریک حیات پر بلاوجہ بے اعتباری اور شک و شبہ نہ صرف گھریلو زندگی میں بدمزگی اور بے اعتنائی کا موجب بنتا ہے۔بلکہ شریک حیات کہ طرف سے بھی لڑائی جھگڑے اور نالہ و فریاد کا سبب بنتا ہے۔کیونکہ کوئی بھی کسی ناکردہ گناہ کا الزام برداشت نہیں کر سکتا اور انتقاماًوہ اس حرکت کا ارتکاب کر گزرتا ہے۔یا پھر گھریلو زندگی سے بے اعتنائی برتنے لگتا ہے۔

شکی مزاج مرد و زن بے کار قسم کی بدگمانیوں اور شکوک و شبہات میں پڑ کر اپنے شریک حیات پر الزام تراشی، بہتان درازی اور چغل خوری کا سلسلہ دراز کر دیتے ہیں۔شب روز اسی موضوع پر بات کرتے ہوئے سب کے سامنے شریک حیات کی کردار کشی کا قبیح عمل کر گزرتے ہیں۔اعتراضات اور بدگمانیوں کا نہ تھمنے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔گھریلو ذمہ داریوں اور بچوں کی تربیت سے کوتاہی برتی جاتی ہے۔لڑائی جھگڑے اور فتنہ فساد کا آغاز ہو جاتا ہے اور زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔

وہ بد قسمت خاندان جو شکوک و شبہات، بدگمانیوں، غلط فہمیوں کا شکار ہو جاتے ہیں ان کے افراد کی زندگیاں تلخ اور برباد ہو جاتی ہیں۔ سب سے زیادہ نقصان ان بے چارے معصوم بچوں کا ہوتا ہے جو اس قسم کے لڑائی جھگڑے اور تناؤ سے بھرے ماحول میں زندگی گزارتے ہیں اس برے ماحول کا زہر ان کی روح اور ذہن پر بدترین اثرات مرتب کر دیتا ہے۔ جو آئندہ زندگی میں ان کے لئے کئی مشکلات کا سبب بنتا ہے۔ جب کہ اسلام اس معاملے میں عدل و انصاف سے کام لیتا ہے۔ اور شرعی قوانین و اصول کے تحت کسی کو بھی شک و شبہ اور بدگمانی کے ضمن میں مورد الزام نہیں ٹھہراتا بلکہ اس کے لئے گواہ اور شہادت کی شرائط مقرر کرتا ہے۔ لہذا یہ مناسب نہیں کہ کسی دلیل و ثبوت کے بغیر الزام تراشی کی جائے اور کسی کو بھی بلاوجہ مورد الزام ٹھہرایا جائے۔

شکوک و بدگمانی گھروں میں آگ لگا دیتی ہے اور معمولی باتیں بڑھ کر بڑے بڑے بگاڑ کا سبب بنتی ہیں۔ جب کہ گھریلو معاملات میں ذرا ذرا سی باتوں پر در گزر اور چشم پوشی در حقیقت بڑے فساد اور لڑائی جھگڑوں سے خاندانوں کو بچاتی ہے۔

7۔ ایثار اور باہمی تعاون کا فقدان

ازدواجی رشتے کا حسن باہمی تعاون، ایثار اور قربانی جیسے بلند ہمت رویوں پر منحصر ہے۔ گھریلو زندگی کی بنیاد خلوص اور انسیت پر استوار ہے۔ ازدواجی تعلق دونوں فریقین سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لئے قربانیاں دے سکیں اور اپنی خواہشات و جذبات کو پس پشت ڈال کر باہمی تعاون اور ایثار پر آمادہ ہوں اور ایک دوسرے کے ہمدرد اور غم خوار ثابت ہوں۔ اسی سے رشتہ ازدواج اس قدر مستحکم اور پائیدار ہوتا ہے کہ خوشی و غم، سلامتی و بیماری، خوشحالی اور تنگ دستی ہر حال میں زوجین ایک دوسرے کے ساتھی و رفیق ثابت ہو جاتے ہیں۔ اس رشتہ میں خود غرضی، انا پرستی اور محض اپنی خوشی کا خیال، رشتہ ازدواج کے حسن کو تہس نہس کر دیتا ہے۔ دلوں میں تنگی کا عنصر زیادہ ہو جاتا ہے اور معمولی سا اختلاف رائے بھی بڑے بڑے جھگڑوں اور خرابیوں کا سبب بنتا ہے۔

خوشگوار ازدواجی زندگی کے لئے ضروری ہے کہ فریقین ایک دوسرے کے معاون و مددگار ہوں، ایک دوسرے کی غلطیوں اور کوتاہیوں سے در گزر کریں اور اعلی ظرفی سے کام لیتے ہوئے ایک دوسرے کی کمزوریوں کے ساتھ زندگی گزارنے کی سعی اور کوشش کریں۔ ایک دوسرے کی خطاؤں پر کڑی نظر رکھنا اور تضحیک و تحقیر کرنے کے لئے کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دینا در حقیقت خاندانی زندگی کا شیرازہ بکھیر کے رکھ دیتا ہے۔

ازدواجی تعلق کی بنیاد محبت و مودت ہے۔ اللہ تعالی نے اس تعلق کا منشا سکون و اطمینان قرار دیا ہے۔ دنیا کے جھمیلوں اور پریشانیوں میں گھر ہی وہ واحد پناہ گاہ ہے جہاں انسان سکون اور اطمینان حاصل کر سکتا ہے۔ ایک عورت کی مہربانی، دلجوئی، غم گساری اور وفاداری اور تعاون مرد کے لئے باعث سکون ہیں۔ نعیم صدیقی لکھتے ہیں:

> "عورت کا وجود تو بنایا ہی گیا ہے سراپا سرچشمہ تسکین۔ اور اگر یہ سرچشمہ تسکین بھی سوکھ جائے تو مرد کو وحشی، درندہ، خونی جنگجو اور فتنہ انگیز ہونے میں شیطانیت کی آخری حد تک پہنچنے سے کون بچ سکتا ہے۔"[15]

زوجین کی بلند معیار زندگی کی تمنا، قناعت کے فقدان، زیادہ سے زیادہ نعمتوں کی حرص، کوتاہیوں اور غلطیوں کی چشم پوشی اور در گزر و برداشت کی عدم موجودگی باہمی مزاج کی بلند ہمتی، برداشت اور اعلی ظرفی کو ختم کر دیا ہے۔ وسائل کی کمی و بیشی، اور تنگی و ترشی میں عورت کے عدم تعاون نے گوناگوں مسائل کو جنم دیا ہے۔ جس میں اہم ترین مرد ہی کا بدترین رد عمل بد اخلاقی، تشدد اور ظلم و ستم کی صورت میں سامنے آیا ہے۔ اور افسوس ناک صورتحال یہ ہے کہ اس کا زیادہ تر شکار عورت ذات ہی ٹھہرتی ہے کیونکہ عورت بہر حال مرد کے مقابلے میں کمزور ہی ہے۔

8۔ شوہر سے مقابلہ بازی

ہمارا موجودہ معاشرہ ایک دولت پرست اور اسراف پسند معاشرہ ہے۔ جہاں ترقی کے نام پر معیار زندگی بڑھانے کی دوڑ میں سب ایک طوفان میں بہے جا رہے ہیں۔ اس طوفان میں ہماری عورتیں سب سے زیادہ متاثر ہو گئی ہیں۔ جن کی اندھی خواہشات، مادیت پرستی اور دوسروں سے آگے بڑھنے کی ہوس نے

معاشرے کے رنگ ڈھنگ ہی بدل دئے ہیں۔ نہ صرف معیار زندگی کو بلند کرنے کے لئے ہر جائز و ناجائز وسائل زندگی بروئے کار لائے جا رہے ہیں بلکہ رشتے ناطے بھی اسی دولت کے معیار پر پرکھے جا رہے ہیں۔

زندگی کی منشا صرف ایک اعلیٰ زندگی ہے جہاں کوئی کمی بیشی نہ ہو بلکہ معیار زندگی بلند سے بلند تر ہو اور بہترین ہو۔ رشتے ناطے بھی معیار کے مطابق ہوں اور زندگی کی نعمتوں کے حصول میں بھی دوسروں سے سبقت حاصل رہے۔ زندگی کی دوڑ میں شریک یہ خواتین اپنے شوہروں کو بھی مقابلے کی ایک کڑی تصور کرتے ہوئے خوب سے خوب تر کی متلاشی ہیں اور کمی بیشی کی صورت میں ناشکری اور حسرت بے اطمینانی کی زندہ تصویر ہیں۔

9۔گھرداری اور امور خانہ داری سے غفلت اور عدم توجہی

اللہ تعالی نے نظام فطرت میں عدل و توازن کے لئے مرد و عورت کا دائرہ کار مقرر کر دیا ہے۔ جس کی رو سے بیرون خانہ امور و معاملات کا نگران اور ذمہ دار مرد کو قرار دیا ہے اور امور خانہ داری، نسل نو کی تخلیق اور پرورش و تربیت کی ذمہ داری عورت کے سپرد کی ہے اور پاکستانی معاشرے میں مغرب کے تہذیبی و تمدنی غلبہ کی ایک صورت عورت کا اس کے فطری فرائض سے فرار ہے اور آزادی و خود مختاری حاصل کرنے کے لئے مردوں کی معاشی جدوجہد کی روش اختیار کرنے کی ناکام کوشش ہے۔ جس نے عورت کو سوائے خسارے اور نقصان کے کچھ بھی عطا نہیں کیا ہے۔ نعیم صدیقی اس صورتحال کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ”عورتیں گھروں سے نکل کھڑی ہوئی ہیں۔ ڈگریاں اور ڈگریوں کے بل بوتے پر نوکریاں حاصل کرنے کے چکر میں پڑ گئی ہیں کلبوں اور رقص گاہوں کا سلسلہ چل نکلا ہے۔ مینا بازار لگنے لگے ہیں۔ مقابلہ ہائے حسن کا ذوق ابھر رہا ہے، زوجین کی وفاداری متزلزل ہو رہی ہے۔ خاندانی نظام میں مردوں کی لیڈر شپ کا دور ختم ہو رہا ہے۔ عورت اور مرد معاشرے میں رسہ کشی کرنے والے دو فریق بن چکے ہیں۔“[16]

آج معاشرہ سستی، کاہلی، بدنظمی، بے ترتیبی، گندگی اور غیر ذمہ دارانہ رویہ کا حامل ہے۔ اس کی وجہ زوجین کا غیر ذمہ دارانہ رویہ اور طرز عمل ہے۔ گھریلو ذمہ داریوں اور معاملات کی دیکھ بھال ہر صورت میں عورت کے اوپر ہی عائد ہوتی ہے۔ جب کہ آج صورتحال یہ ہے کہ عورت کا امور خانہ داری اور گھریلو ذمہ داریوں میں مصروف عمل رہنے کو اس کی کمزوری، کم فہمی اور کم عقلی قرار دیا جاتا ہے۔ اور عورت کے لئے کسب معاش کی ذمہ داری اٹھانا اس کا وصف اور حسن قرار دیا جاتا ہے۔ اسی کسب ترقی نسواں کے دھوکے نے عورت کو امور خانہ داری سے بے نیاز کر دیا ہے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ عورت کے لئے امور خانہ دار اور گھریلو وضائف کو سرانجام دینا نہایت قابل فخر اور باعزت شغل ہے۔ جو عورتیں ان امور کو اپنے لئے باعث عار سمجھتی ہیں وہ حقیقی معنوں میں ان امور کی قدر و قیمت سے ناآشنا ہیں۔ خصوصا تعلیم یافتہ عورتیں اس بارے میں زیادہ اہم اور ذمہ دار ہیں کہ وہ امور خانہ داری اور شوہر داری کا فریضہ انجام دیں تاکہ وہ دوسروں کے لئے مشعل راہ ثابت ہوں۔

ازدواجی معاملات میں خاندان کی دخل اندازی

ہمارے معاشرے میں مروج معاشرت زندگی میں دوسروں کی زندگی میں دخل اندازی کا بہت عمل دخل ہے۔ جو گوناگوں معاشرتی خرابیوں کا پیش خیمہ ہے۔ خصوصا ازدواجی زندگی میں خاندان کے دوسرے افراد کی دخل انداز اور نکتہ چینی اور عمل دخل سے بہتیرے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ ان سب کے پس پردہ دین سے دوری اور اخلاقی تربیت کا فقدان ہے۔ اس ضمن میں جب نئی نویلی بہویں گھر میں آتی ہیں تو وہ زیادہ عتاب کا شکار ہوتی ہیں، چنانچہ اسلام میں نکاح کا مقصد صرف دو لوگوں کا ملنا نہیں بلکہ یہ ایک نئے گھر اور خاندان کا آغاز ہے جہاں دونوں فریقین باہمی تعاون اور محبت و انسیت کی بنا پر ایک نئے گھر کی بنیاد رکھتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں نکاح کے اس اصلاحی مقصد کا فقدان ہے اور اس طور خالص ہندوانہ طرز عمل کی پیروی ہے۔ کیونکہ برصغیر پاک و ہند میں ایک طویل عرصے سے ہندؤں کے ساتھ رہتے ہوئے مسلمانوں نے بہت سارے معاشرتی معاملات میں ہندوانہ طرز فکر و عمل کو اختیار کر لیا ہے جہاں شادی کے بعد علیحدہ گھر کا کوئی تصور نہیں ہے، اور بہو کی حیثیت محض ایک غیر اور اجنبی فرد قرار پاتی ہے اور اس کو کسی قسم کا اختیار نہیں دیا جاتا۔ اور اس کے ہر معاملے میں دخل اندازی

اور مداخلت کی جاتی ہے۔

عورت کی اولین ذمہ داری شوہر کی دیکھ بھال اور اور اس کی رضامندی اور خوشنودی ہے۔ حتی کہ جہاں پر اس کے والدین اور شوہر کی خواہش میں تصادم ہو رہا ہو وہاں بہتری اور صلاح اسی میں ہے کہ وہ شوہر کی اطاعت اور اس کی مرضی کے مطابق عمل کرے۔ لیکن ہمارے معاشرے میں عورت کا جھکاؤ فطری طور پر اپنے گھر والوں کی طرف ہی رہتا ہے۔ اور ابتداء سے ہی مائیں اپنی بیٹوں کی ازدواجی زندگی میں دخل اندازی اور مداخلت کرتی ہیں۔ اس سے نہ صرف داماد کی زندگی اجیرن اور مشکل بناتی ہیں بلکہ بیٹی کے دل میں بھی سسرال والوں کے خلاف بدگمانیاں پیدا کرتی ہیں اور تعلقات اور رویوں میں سرد مہری اور رنجش پیدا کرتی ہیں۔

شوہر کے رشتہ داروں سے حسن سلوک کا فقدان

معاشرے میں پھیلی نا اتفاقی، باہمی رنجشوں سے خاندان کی اجتماعی زندگی حد درجہ متاثر ہوئی ہے، رشتہ داروں کے مابین تعلقات معمولی معمولی باتوں پر بدترین حد تک کشیدہ ہو جاتے ہیں۔ صلہ رحمی، معافی در گزر اور اعلی ظرفی کے فقدان نے ایک افراتفری کی صورتحال پیدا کر دی ہے۔ بالخصوص عورتوں کا مزاج بن گیا ہے کہ سسرالی رشتہ داروں سے میل ملاپ میں کھچاؤ رکھا جائے۔ باوجود اس کے کہ ان کی ذمہ داری اور کفالت ان کے شوہروں پر ہی ہوتی ہے۔ لیکن ان کی اولین کوشش یہی ہوتی ہے کہ شوہر سوائے اس کے اور بچوں کے کسی دوسرے پر توجہ نہ دیں اور خرچ نہ کریں، خواہ وہ اس کے ماں باپ، اور خونی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ وہ ان کے مابین تعلقات بگاڑنے کے درپے رہتی ہیں۔ اخلاقی معاملات میں صفر ہونے کی بنا پر تمام غیر اخلاقی ہتھکنڈے سینہ تان کر استعمال کئے جاتے ہیں۔ جس کی تربیت انہیں اپنے گھریلو ماحول سے ملتی ہے، دوسری طرف ہمارے ذرائع ابلاغ ڈراموں، فلموں اور رسائل کی صورت میں ان معاملات بد کو ہوا دے رہے ہیں۔

عائلی معاملات کی اس ساری صورتحال کے بدترین نتائج گھریلو اور خاندانی جھگڑوں اور فساد کی صورت میں سامنے آتے ہیں۔ کوئی بھی اپنے حقوق چھوڑنے پر راضی نہیں ہوتا، لہذا اس کے رد عمل کے طور پر آپس کے تعلقات کشیدگی اختیار کر لیتے ہیں۔ زیادہ پریشانی اور غم و غصہ مرد کے حصہ میں آتا ہے، جو عموماً اس صورتحال میں بے بس تصور کیا جاتا ہے، کیونکہ اس کی تربیت بھی اسی ماحول میں ہوئی ہوتی ہے جہاں عورت دوسروں کے حقوق غصب کرنے کی کوششوں میں لگی رہتی ہے۔ فطری طور پر گھر والوں کے لئے جھکاؤ رکھتے ہوئے مرد کے لئے یہ صورتحال نہایت پیچیدہ ہو جاتی ہے کہ وہ کیسا لائحہ عمل اختیار کرے۔ اس سے بالعموم گھریلو جھگڑے پروان چڑھتے ہیں اور روز روز کی لڑائیوں سے گھر کا ماحول کشیدہ ہوتا ہے اور بچے متاثر ہوتے ہیں۔ اس موقع پر ایک مرد کے لئے دوہری مشکل کھڑی ہو جاتی ہے۔ بیوی کا ساتھ دینا اگر مرد کی اخلاقی و عاشرتی ذمہ داری ہے تو ماں باپ اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی اس کے لئے فرض کی حیثیت رکھتی ہے۔

اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں مسائل کے حل کے لیے اصلاحی تجاویز

قرونِ اولیٰ میں زندگی کا دائرہ محدود اور طرزِ حیات سادہ تھا، جس کے باعث مسائل بھی کم تھے۔ لیکن تہذیب و تمدن کی ترقی کے ساتھ مسائل میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ زندگی اور مسائل کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ تاہم، ان مسائل کی محض نشان دہی کرنا کافی نہیں بلکہ ان کے حل کی طرف توجہ دینا ضروری ہے۔ مسائل کے حل کے لیے ایک مؤثر حکمتِ عملی ناگزیر ہے، اور جب تک درست حکمتِ عملی اختیار نہیں کی جاتی، تبدیلی ممکن نہیں۔ اگر ان مسائل کو حل کرنے کے لیے کوئی حقیقی امید کی کرن موجود ہے، تو وہ آپ ﷺ کی مبارک ذات ہے۔ آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ نہ صرف مسائل کی جڑ تک پہنچنے میں رہنمائی کرتا ہے بلکہ ان کے فطری اور عملی حل بھی تجویز کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت قرآن کے عملی نمونہ کا مظہر ہے، جو انسانی زندگی کو امن، سکون، اور فلاح کی راہ دکھاتی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی زندگی ایک ایسے بین الانسانی مشن کی کہانی ہے جسے عمل کی کسوٹی پر پرکھا اور مرتب کیا گیا۔ یہ نبی کریم ﷺ کی مبارک

زندگی ہی ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کے مقدس پیغام کی تکمیل کا مظہر ہے، جسے حضرت آدمؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت عیسیٰؑ اور دیگر انبیاءؑ نے روشن کیا تھا۔

نبی کریم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کے مطالعہ سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ ازواج مطہرات ہوں یا اولاد، خدام ہوں یا اقربا، احباب ہوں یا متعلقین، آپ ﷺ ہر ایک کے حقوق کی اتنی رعایت فرماتے تھے اور اُسے اتنی محبت اور اہمیت دیتے تھے کہ وہ سمجھتا تھا کہ شاید آپ ﷺ سب سے زیادہ محبت اُسی سے کرتے ہیں، اور زندگی کے کسی بھی موڑ پر آپ اس سے غافل نظر نہیں آتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کو ہمیشہ ان کے حقوق کی پاسداری کی فکر رہتی تھی، نتیجتاً آپ ﷺ بیویوں کے حق میں ایک نہایت محبت کرنے والے شوہر، اولاد کے حق میں ایک شفیق و مہربان باپ، خدام کے حق میں ایک وسیع الظرف اور حلیم و بردبار آقا، دوست واحباب کے حق میں نہایت جانثار اور بے لوث ساتھی کی صورت میں نمایاں ہو کر سامنے آتے ہیں۔

سیرت النبی ﷺ کی بین الاقوامی اور عصری اہمیت کا ایک نمایاں پہلو یہ بھی ہے کہ جدید دور کے مسائل کے حوالے سے رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ یہ ایمان کی پختگی کا باعث بنتی ہے کہ وہ مسائل، جو انسان کے لیے آج پریشانی کا سبب بن رہے ہیں، ان کا حل چودہ صدیاں قبل اسوہ حسنہ اور قرآن وسنت کی تعلیمات کی صورت میں پیش کیا جا چکا ہے۔ آج ہماری ذمہ داری یہ نہیں کہ ان مسائل کے نئے حل تلاش کریں، بلکہ ان مبارک ہدایات کو عملی جامہ پہنانا ہے جو بارگاہِ مصطفوی ﷺ سے ہمیں عطا ہوئی ہیں۔

اب ذیل میں اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں ان عائلی مسائل کے حل کے لیے اصلاحی تجاویز پیش کی گئی ہیں۔

1۔ خلوص اور ایمانداری

میاں بیوی کا رشتہ ایک صرف سماجی معاہدہ ہی نہی بلکہ شریعت اسلامیہ کی رو سے فریضہ اور عبادت ہے۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

"وَأَنكِحُواْ ٱلۡأَيَٰمَىٰ مِنكُمۡ وَٱلصَّٰلِحِينَ مِنۡ عِبَادِكُمۡ وَإِمَآئِكُمۡۚ إِن يَكُونُواْ فُقَرَآءَ يُغۡنِهِمُ ٱللَّهُ مِن فَضۡلِهِۦۗ وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٞ"[17]

"اور نکاح کر دواپنے میں سے مجرد لوگوں کا، اور اپنی ان لونڈیوں اور غلاموں کا جو صلاحیت رکھتے ہوں، اگر وہ تنگدست ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو غنی کر دے گا اپنے فضل سے۔ اور اللہ علم والا اور بڑی وسعت والا ہے۔"

اور دوسری جگہ محرمات کی تفصیل بیان کرنے کے بعد فرمایا:

"وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَآءَ ذَٰلِكُمۡ أَن تَبۡتَغُواْ بِأَمۡوَٰلِكُم مُّحۡصِنِينَ غَيۡرَ مُسَٰفِحِينَۚ فَمَا ٱسۡتَمۡتَعۡتُم بِهِۦ مِنۡهُنَّ فَـَٔاتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةٗۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ فِيمَا تَرَٰضَيۡتُم بِهِۦ مِنۢ بَعۡدِ ٱلۡفَرِيضَةِۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمٗا"[18]

"اس کے علاوہ جو بھی عورتیں ہیں، تمہارے لیے حلال ہے کہ انہیں اپنے مال سے حاصل کرو۔ شرط یہ کہ انہیں نکاح کے ذریعے تحفظ فراہم کرو نہ کہ اپنی شہوت پوری کرنے کے لیے۔ جو بھی تم ان سے فائدہ اٹھاؤ اس کے بدلے انہیں فرض مہر ادا کرو۔ مہر ادا کرنے کے بعد اگر تمہارے درمیان آپس میں کوئی سمجھوتا ہو جائے تو کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ بے شک اللہ حکمت والا اور جاننے والا ہے۔"

نبی کریم ﷺ کا فرمایا:

"يا معشر الشباب، مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فإنه له وجاء"[19]

"اے نوجوانو! تم میں سے جو کوئی بھی نکاح کی ذمہ داری اٹھانے کی ہمت رکھتا ہے وہ نکاح کرے کیونکہ شرمگاہ کی حفاظت اور نظر کو جھکانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اور تم میں سے جو کوئی نکاح کی ہمت نہ رکھتا ہو، وہ روزے رکھے کیونکہ روزہ خواہشاتِ نفس کو قابو میں رکھنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔"

ازدواجی تعلق اخلاص پر استوار ہوتا ہے، اور جتنا یہ تعلق خلوص پر مبنی ہوگا، اتنا ہی مضبوط ہوگا۔ درحقیقت، یہ رشتہ چند الفاظ سے قائم ہوتا ہے اور انہی چند الفاظ سے ختم بھی ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس رشتے میں میاں بیوی کے لیے سکون اور اطمینان رکھا ہے۔ فرمان باریٰ تعالیٰ ہے:

"وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً "[20]

"اس نے تم دونوں میں ہمدردی اور محبت قائم کر دی۔"

یہاں دو الفاظ "محبت" اور "رحمت" استعمال ہوئے، حالانکہ ایک لفظ بھی کافی ہو سکتا تھا۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ "محبت" سے مراد وہ دوستی اور پیار ہے جو میاں بیوی کے درمیان جوانی میں غالب رہتی ہے، جبکہ "رحمت" اس شفقت کو ظاہر کرتی ہے جو بڑھاپے میں ایک دوسرے کے لیے روا رکھی جاتی ہے۔

شادی شدہ زندگی کے دو بڑے مراحل ہوتے ہیں: جوانی اور بڑھاپا۔ جوانی میں میاں بیوی کے درمیان اگر کبھی اختلاف ہو بھی جائے تو جنسی کشش اور قربت دونوں کو دوبارہ قریب لے آتی ہے۔ اس لیے جوانی کے مرحلے میں "محبت" کا پہلو غالب رہتا ہے۔ جب عمر بڑھتی ہے تو جسمانی تقاضے کمزور ہو جاتے ہیں یا ختم ہو جاتے ہیں۔ اس مرحلے پر تعلق کو جو چیز قائم رکھتی ہے، وہ ایک دوسرے کے لیے قربانیوں کا اعتراف اور قدر ہے۔ بڑھاپے میں شوہر اپنی بیوی کی قربانیوں کو یاد کرتا ہے کہ کیسے اس نے گھر کو سنبھالا اور بچوں کی پرورش کی۔ اسی طرح بیوی اپنے شوہر کی محنت کو یاد کرتی ہے کہ کس طرح وہ نان و نفقہ اور حفاظت کا ذمہ دار رہا۔ یہی جذبہ دونوں کو "رحمت" کے تحت ایک دوسرے کے قریب رکھتا ہے۔[21] یہ رشتہ درحقیقت ایک دوسرے کو ساتھ لے کر چلنے کا نام ہے۔

2۔ باہمی تفہیم (ایک دوسرے کو سمجھا جائے)

اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت کی تخلیق الگ الگ انداز میں کی ہے اور نہ ہی صرف تخلیق میں ظاہری فرق رکھا ہے بلکہ ان کے مزاج میں بھی بہت فرق رکھے ہیں۔ لیکن نہ تو دونوں سو فیصد ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور نہ سو فیصد ایک جیسے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں جب نماز کا حکم دیتے ہیں تو دونوں کے لیے وہ حکم ہے ارشاد باریٰ تعالیٰ ہے:

"اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلَاةَ ---- اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ "[22]

"جو غیب پہ یقین کرتے ہیں، نمازیں قائم کرتے ہیں اور ہمارے مال میں سے جو انہیں ہم نے دیا ہے خرچ کرتے ہیں۔ جو آپ پہ نازل ہوا اس پہ ایمان رکھتے ہیں اور اس پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا اور یقین رکھتے ہیں آخرت پر۔ یہی لوگ ہدایت یافتہ اور کامیاب ہیں۔"

ان آیات میں ایمانیات اور عبادات کا ذکر مل رہا ہے جس میں مرد و عورت میں کوئی تخصیص نہیں کی گئی ہے حکم دونوں کے لیے یکساں ہے۔ جب کہ ایک مقام پر ارشاد ہے:

" قُل لِّلۡمُؤۡمِنِينَ يَغُضُّواْ مِنۡ أَبۡصَٰرِهِمۡ وَيَحۡفَظُواْ فُرُوجَهُمۡۚ----أَيُّهَ ٱلۡمُؤۡمِنُونَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُونَ "[23]

"ایمان والوں سے کہیں کہ اپنی نگاہیں نیچے رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں کیوں کہ یہ ان کے لیے پاکیزہ عمل ہے اور یہ جو عمل کرتے ہیں اللہ ان سے باخوبی واقف ہے۔ اور کہہ دیجے ایمان والیوں سے بھی کہ یہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اپنی عزت کی حفاظت کریں اور اپنی زیب و زینت کو دوسروں پر ظاہر نہ کریں الا کہ جو ظاہر ہو۔ اور اپنے سینوں پہ ڈوپٹے ڈالے رکھیں اور اپنی زینت سوائے اپنے شوہر، شوہر کے والد، شوہر کے بیٹوں، اپنے والد، اپنے بیٹوں، اپنے بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں، اپنی عورتوں، غلاموں اور وہ خدمت گار ہو عورت کی طلب نہ رکھتے ہوں یا وہ بچے جو عورت کے پردے سے ناواقف ہوں، ظاہر نہ کرو۔ اور زمین پر اٹھل کر نا چلو کہ تمہارا چھپا ہوا زیور ظاہر ہو جائے۔ اور اے ایمان والو، توبہ کرو اللہ سے کہ تمہیں کامیابی ملے۔"

ان دونوں آیات میں مرد و عورت کو اپنی نظریں نیچے رکھنے اور اپنی عصمتوں کو حرام راستوں سے محفوظ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ تاہم، آیت 31 میں

عورتوں کے لیے پردے کے مخصوص احکامات بھی بیان کیے گئے ہیں۔ یہ اس فرق کو واضح کرتا ہے جو اللہ نے مرد اور خواتین کے درمیان رکھا ہے۔ عورت کے بارے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" الْمَرْأَةُ كَالضِّلَعِ، إِنْ أَقَمْتَهَا كَسَرْتَهَا وَإِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيهَا عِوَجٌ "[24]

"عورت، مانند پسلی کے ہے، اگر تم اسے سیدھا کرنے کی کوشش میں توڑ دو گے۔ اگر اس سے نفع لینا چاہتے ہو تو اس سے اسی حالت کے ساتھ فائدہ اٹھاؤ۔"

مولانا تقی عثمانی اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

اس حدیث کا مقصد یہ بتانا ہے کہ مرد اور عورت کی طبیعت میں فرق فطری ہے۔ عورت کی فطرت کو مرد کی نظر سے دیکھیں تو وہ ٹیڑھی محسوس ہو سکتی ہے، لیکن حقیقت میں یہ ٹیڑھا پن اس کی تخلیق کا حصہ ہے، جیسے پسلی کی فطرت میں ٹیڑھا پن شامل ہے۔ اگر پسلی کو سیدھا کرنے کی کوشش کی جائے تو یہ ایک نقص بن جائے گا اور اسے دوبارہ ٹیڑھا کرنے کی ضرورت پیش آئے گی، کیونکہ اس کی اصل فطرت ہی ٹیڑھا پن ہے۔ اسی طرح، اس حدیث میں عورت کی خامی نہیں بلکہ اس کے فطری مزاج کو سمجھنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کو سیدھا کرنے کی کوشش نہ کرو، کیونکہ یہ پسلی کو سیدھا کرنے جیسا ہے۔ اگر ایسا کرو گے تو اسے نقصان پہنچا دو گے۔ اس کے برعکس، اگر تم اسے اسی کی فطرت کے ساتھ قبول کرو گے تو اس کی موجودہ حالت کے باوجود تم اس سے فائدہ حاصل کر سکو گے۔[25]

ڈاکٹر جان گرے (John Gery) کہتے ہیں کہ:

مرد اور عورت کی فطری طور پر مختلف طبیعت کو سمجھے بغیر یہ توقع رکھنا کہ دونوں بالکل ایک جیسے ہوں، ایک غیر حقیقی سوچ ہے۔ یہ کہنا اچھا لگتا ہے کہ مرد اور عورت ایک جیسے ہونے چاہئیں، لیکن حقیقت میں یہ سوچ مزید مسائل پیدا کرتی ہے۔ جب ہم اپنے شریکِ حیات سے توقع کرتے ہیں کہ وہ ہماری طرح بن جائیں، تو دراصل ہم انہیں یہ پیغام دے رہے ہوتے ہیں کہ ان کی فطری طبیعت ناقص ہے۔ آپ اچھے نہیں ہیں کا یہ پیغام کبھی بھی محبت کی علامت نہیں ہو سکتا، چاہے اس وقت ہمیں اپنی بات محبت سے بھری ہوئی ہی کیوں نہ لگ رہی ہو۔[26]

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو مختلف مزاج کے ساتھ پیدا کیا ہے اور مرد و عورت میں مختلف انداز میں فرق رکھے ہیں۔ ان دونوں چیزوں کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ کسی کے مزاج سے اگر اختلاف ہو تو اس کے مزاج کو سمجھنا ضروری ہے۔ اس کو اپنے جیسا بنانے کی کوشش میں مخالف کو اپنا آپ کمتر لگنے لگتا ہے۔ جبکہ دوسرا شخص اس سے مخلص ہو کر اس کے مزاج کو تبدیل کرنا چاہتا ہے۔

3۔ قناعت پسندی اور دین داری

عصرِ حاضر میں ڈپریشن، ذہنی دباؤ، اور پریشانی کے مسائل نہایت تیزی سے پھیل رہے ہیں، اور ہر عمر کے افراد ان کا شکار ہو رہے ہیں۔ ان مسائل میں اضافے کی ایک بڑی وجہ قناعت کے تصور کا ختم ہونا ہے۔ لوگ اپنی شخصیت، صلاحیت، اور حالات کو نظر انداز کرتے ہوئے جلد از جلد ترقی کی خواہش رکھتے ہیں۔ ترقی کا حصول انسانی فطرت کا تقاضا ہے، لیکن اپنی صلاحیتوں اور حالات کے مطابق ترقی کا خواب دیکھنا ایک الگ بات ہے، جبکہ ان سے غیر متعلق ہو کر خوابوں کی دنیا میں رہنا بالکل مختلف۔ جب یہ غیر حقیقی خواب پورے نہیں ہوتے، تو انسان مایوسی کا شکار ہو جاتا ہے، جو بڑھتے بڑھتے ذہنی بیماریوں کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

ازدواجی زندگی میں بھی ذہنی دباؤ کی ایک بڑی وجہ قناعت کا فقدان ہے۔ ہماری خواہشات ہماری آمدنی اور وسائل سے بڑھ چکی ہیں۔ دنیا کے حصول کی

بے جا دوڑ نے نہ صرف ذہنی پریشانیوں میں اضافہ کیا ہے بلکہ جسمانی مسائل بھی پیدا کر دیے ہیں، جیسے وقت پر کھانے کا فقدان، نیند کی کمی، عبادات میں غفلت، اور گھریلو معاملات میں عدم توجہ۔ ان وجوہات کی بنا پر اختلافات اور جھگڑے عام ہو گئے ہیں۔ ان تمام مسائل کا حل اللہ تعالیٰ کے احکامات اور رسول اللہ ﷺ کے اسوہ حسنہ میں موجود ہے۔ ذہنی دباؤ اور پریشانی کے علاج کے لیے اللہ کے ذکر کو اپنانا ضروری ہے۔ آپ ﷺ پریشانی کے وقت یہ دعا پڑھتے تھے:

" يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ "[27]

"اے ہمیشہ زندہ و قائم رہنے والے، میں تیری مدد چاہتا ہوں تیری رحمت کے وسیلے سے۔"

حضرت اسماء بنت عمیسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پریشانی کے وقت یہ دعا پڑھنے کی تلقین کی:

" اللَّهُ، اللَّهُ رَبِّي لَا أُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا "[28]

"اللہ، اللہ ہی میرا رب ہے، میں کسی کو شریک نہیں بناتا اس کے ساتھ۔"

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پریشانی کے وقت یہ دعا پڑھنے کی بھی تلقین کی:

" لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ "[29]

"اللہ کے علاوہ کوئی الہ نہیں جو عظیم اور بردبار ہے۔ اللہ کے علاوہ کوئی الہ نہیں جو آسمانوں، زمین اور عظیم عرش کا الہ ہے۔"

سادہ طرز زندگی اور قناعت پسندی اسلامی معاشرت اور نظام حیات کا حسن اور بنیادی پہلو ہے۔ اُسوۂ رسول ﷺ میں ہمارے لیے لائق تقلید اور مثالی تعلیمات ملتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادٍ مِنْ ذَهَبٍ، أَحَبَّ أَنَّ لَهُ وَادِيًا آخَرَ، وَلَنْ يَمْلَأَ فَاهُ إِلَّا التُّرَابُ، وَاللَّهُ يَتُوبُ عَلَى مَنْ تَابَ "[30]

"اگر ابن آدم کے پاس ایک وادی ہو سونے سے بھری ہوئی تب بھی وہ چاہے گا کہ اس کے پاس ایک اور وادی بھی ہو۔ انسان کا پیٹ مٹی کے سوا کوئی اور چیز نہیں بھر سکتی۔ لیکن اللہ اس شخص کی طرف توجہ فرماتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔"

آپ ﷺ کا یہ ارشاد ایک ابدی حقیقت ہے، جسے فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ مال و دولت اور دنیاوی عہدے کی لالچ نے انسان کو بے سکونی کے عذاب میں مبتلا کر دیا ہے۔ خواہشات کی غلامی نے تمام آسائشوں اور سہولیات کے باوجود انسان سے ذہنی سکون اور قلبی اطمینان چھین لیا ہے۔ قناعت کی کمی اور بڑھتی ہوئی خواہشات نے انسان کو بے چین کر دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا اسوہ حسنہ قناعت پسندی اور سادگی کا بہترین نمونہ ہے۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ سادگی اور تواضع کا مظاہرہ کیا۔ کھانے میں جو میسر آتا، تناول فرماتے؛ لباس میں سادگی کو ترجیح دیتے؛ اور زمین یا چٹائی پر جہاں جگہ ملتی، بیٹھ جاتے۔[31]

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر والوں نے جو کی روٹی سے بھی دو دن متواتر پیٹ نہیں بھرا، یہاں تک کہ حضورِ اکرم ﷺ اس دنیا سے پردہ فرما گئے۔[32]

مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کے حجرے سادگی کی بہترین مثال تھے۔ یہ حجرے کچی اینٹوں اور گارے سے بنے چھوٹے کمروں پر مشتمل تھے جن پر کھجور کے پتوں کا سائبان تھا۔ سادگی، قناعت اور سادہ طرزِ زندگی کا یہ اسوہ حسنہ اس ہستی کا تھا جن کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" عَرَضَ عَلَيَّ رَبِّي لِيَجْعَلَ لِي بَطْحَاءَ مَكَّةَ ذَهَبًا ، قُلْتُ : لاَ يَا رَبِّ وَلَكِنْ أَشْبَعُ يَوْمًا وَأَجُوعُ يَوْمًا ، فَإِذَا جُعْتُ تَضَرَّعْتُ إِلَيْكَ وَذَكَرْتُكَ ، وَإِذَا شَبِعْتُ حَمِدْتُكَ وَشَكَرْتُكَ "[33]

”اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے یہ پیشکش رکھی کہ مکہ کی وادی کو میرے لیے سونے میں بدل دیا جائے۔ لیکن میں نے عرض کیا: اے میرے رب! میں یہ پسند نہیں کرتا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن سیر ہو کر کھاؤں اور ایک دن بھوکا رہوں، تاکہ جب بھوکا ہوں تو تجھے یاد کروں اور تضرع سے دعا مانگوں، اور جب سیر ہوں تو تیرا شکر ادا کروں۔“

آپ ﷺ اور آپ کے اہل و عیال کئی کئی راتیں بھوکے گزار دیتے، کیونکہ کھانے کے لیے کچھ موجود نہ ہوتا۔[34]

آپ ﷺ کا یہ طرزِ زندگی ہمیں قناعت اور سادگی کا درس دیتا ہے، جو انسانی فلاح اور کامیابی کا ضامن ہے۔ اسلام کی تعلیم یہی ہے کہ انسان جو کچھ میسر ہو، اس پر راضی رہے۔ قناعت کا راستہ چھوڑنے سے انسان حرص و ہوس اور خواہشات کا غلام بن جاتا ہے، جس سے نہ صرف سکون ختم ہو جاتا ہے بلکہ زندگی مزید مشکلات کا شکار ہو جاتی ہے۔

4۔ حدود اللہ کی پاسداری

میاں بیوی کا رشتہ عمر بھر کا ساتھ ہے، لیکن اگر اختلافات بڑھ جائیں تو رشتہ کمزور پڑنے لگتا ہے۔ مولانا تقی عثمانی نے بیوی کی اصلاح کے تین درجات بیان کیے ہیں. پہلا درجہ یہ کہ اگر شوہر کو بیوی کی کسی بات سے اختلاف ہو تو وہ بیوی کی کسی اچھی بات پر غور کرے اور حکمت و نرمی سے اس کی اصلاح کی کوشش کرے۔ دوسرے درجے میں اگر نصیحت بے اثر ہو تو قرآن کے مطابق شوہر بیوی سے علیحدگی اختیار کرے اور اپنا بستر الگ کر لے اور تیسرا درجہ یہ کہ اگر علیحدگی بھی بے سود ہو تو تادیباً مارنے کی اجازت ہے، لیکن یہ مارنا صرف اصلاح کے لیے ہو اور جسم پر کوئی نشان نہ چھوڑے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

" لَا يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً ، إِنْ كرِهَ منْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ "[35]

” مومنہ عورت سے کوئی بھی مومن مرد بغض نہ کرے، اگر اس کی کوئی عادت ناپسند ہو تو وہ اس کی دوسری پسندیدہ خوبیوں پر غور کرے۔“

ڈاکٹر اسرار احمدؒ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

اگر شوہر اور بیوی کے درمیان موافقت ممکن نہ ہو تو اسلام زبردستی انہیں ایک دوسرے کے ساتھ باندھ کر رکھنے کی اجازت نہیں دیتا۔ طلاق کا راستہ اس لیے رکھا گیا ہے تاکہ بگاڑ کی بجائے اصلاح ہو، لیکن اس کے آداب و شرائط کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ ایک ہی وقت میں تین طلاق دینا نہ صرف شریعت کے خلاف ہے بلکہ معاشرتی مسائل کا سبب بھی بنتا ہے۔[36]

5۔ احساس ذمہ داری

میاں بیوی کے تعلقات میں عموماً مسائل وہاں پیدا ہوتے ہیں جہاں ذمہ داریوں میں کوتاہی ہو۔ جب شوہر بیوی کے حقوق پورے نہ کرے یا بیوی شوہر کی ضروریات اور حقوق کو نظر انداز کرے تو یہ تعلقات کشیدہ ہونے لگتے ہیں۔ خوشحال زندگی کے لیے ضروری ہے کہ دونوں اپنی ذمہ داریوں کو خوش اسلوبی سے ادا کریں۔ اللہ رب العزت نے جہاں میاں بیوی کے حقوق کا تذکرہ فرمایا وہاں فرمایا:

” وَاتَّقُوا اللهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُم مُلْقُوهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ “[37]

”اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ ایمان والوں کو خوش خبری دے دو۔“

معاشی استحکام کے ساتھ، میاں بیوی کا آپس میں محبت بھرا رویہ، گھر کے کاموں میں تعاون، اور ایک دوسرے کے ساتھ گفت و شنید ہی حقیقی خوشیوں کا ذریعہ ہے۔

6۔ حقوق و فرائض کی پاسداری

ازدواجی زندگی کو خوشحال اور پرسکون بنانے میں شوہر اور بیوی دونوں کا کردار اہم ہے۔ میاں بیوی کے حقوق و فرائض کے حوالے سے اسلامی تعلیمات واضح ہیں۔ شادی کے بعد مرد اور عورت دونوں اپنی ذمہ داریاں اور حقوق و فرائض پورے کریں۔ تبھی خاندان کی بنیاد مضبوط ہوتی ہے اور معاشرے میں امن و سکون کا ماحول پیدا ہوتا ہے۔

تاریخ پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مختلف تہذیبوں میں خواتین کو ان کے بنیادی حقوق سے محروم رکھا گیا۔ یونانی معاشرت میں خواتین کو کسی قسم کے حقوق حاصل نہ تھے۔ بازاروں اور شہروں میں ان کی خرید و فروخت عام تھی، اور یہاں تک کہ ذاتی معاملات میں بھی وہ کسی اختیار کی حامل نہ تھیں۔ وہ ہر پہلو سے مردوں کے زیرِ دست اور ان کی محتاج تھیں۔[38]

رومی معاشرت میں بھی خواتین کی حالت یونان سے مختلف نہ تھی۔ ان کی حیثیت پیدائش سے وفات تک ایک قیدی کی سی تھی۔ ان کے ساتھ محبت یا شفقت کا سلوک نہ کیا جاتا تھا۔ خاندان میں مرد مکمل اختیار رکھتا تھا اور بیوی کے حقوق ادا کرنا تو دور کی بات، اسے بیوی کو قتل کرنے تک کا حق حاصل تھا۔[39]

ایرانی معاشرت اپنی قدیم تہذیب کے باوجود اخلاقی زوال کا شکار تھی۔ ایسے ازدواجی تعلقات، جو مہذب معاشروں میں ناجائز سمجھے جاتے ہیں، یہاں عام تھے۔ مشہور ایرانی حکمران یزدگرد دوم نے اپنی بیٹی سے ازدواجی تعلق قائم کیا اور بعد میں اسے قتل کر دیا۔ چھٹی صدی عیسوی کے حکمران بہرام نے اپنی بہن سے ازدواجی تعلقات قائم کر رکھے تھے۔[40]

ہندو مذہب، جو دنیا کے قدیم مذاہب میں سے ایک ہے، عورت کو ہمیشہ کمزور اور بے وفا تصور کرتا رہا۔ شوہر کی وفات کے بعد عورت کو زندہ جلانے کی رسم عام تھی۔ اسے وراثت سے محروم رکھا جاتا تھا اور دوسری شادی کی اجازت بھی نہیں تھی۔[41]

یہودیت میں بھی عورت کے حقوق محدود تھے۔ بیوی کے حقوق کسی طور مرد کے برابر نہیں تھے۔ مہر کے علاوہ عورت کو کسی چیز کا حقدار نہیں سمجھا جاتا تھا، اور وراثت میں اس کا درجہ پوتوں کے بعد آتا تھا۔[42]

عیسائیت میں بھی عورت کو پست مقام دیا گیا۔ اسے طلاق یا خلع کی اجازت نہ تھی، وراثت میں اس کا حصہ بہت کم رکھا جاتا تھا، اور دوسری شادی کو زنا کے برابر قرار دیا جاتا تھا۔[43]

اسلام نے خواتین کو ایک منفرد مقام عطا کیا اور انہیں ہر جائز حق فراہم کیا۔ قرآن نے شوہر اور بیوی کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا، اور ان کے حقوق و فرائض واضح طور پر متعین کیے۔ اسلام نے عورت کو عزت و مقام دیا، اور معاشرتی، خاندانی، اور قانونی معاملات میں اسے برابر شریک کیا۔

7۔ بیوی کے حقوق و فرائض

جدید معاشرے میں میاں بیوی کے حقوق اور برابری کا موضوع ہمیشہ زیر بحث رہتا ہے۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ گھر کا سربراہ مرد ہی ہوتا ہے، اور ایک مثالی بیوی وہی ہے جو اس حقیقت کو تسلیم کرے۔ شوہر، بیوی کو تحفظ فراہم کرتا ہے، اس کی عزت کا محافظ ہوتا ہے، اور اسے زندگی کے نشیب و فراز سے بچانے کی ذمہ داری نبھاتا ہے۔ بیوی کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ شوہر کی عزت کرے، اس کا خیال رکھے، اور اس کی غیر موجودگی میں اس کے گھر، مال، اور عزت کی حفاظت کرے۔ وہ شوہر کی اجازت کے بغیر نہ کسی کو گھر آنے دے اور نہ خود کہیں جائے۔ شریعت کے مطابق شوہر بیوی کو گھر کے کام کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کے والدین کی خدمت بیوی پر واجب ہے، اگرچہ بیوی کا یہ رویہ مستحب اور بہتر سمجھا جاتا ہے کہ وہ گھر سنبھالے، بچوں کی تربیت کرے، اور شوہر کے والدین کا خیال رکھے۔ شوہر کا فرض ہے کہ وہ بیوی کے حقوق ادا کرے، اور بیوی کا یہ کہ وہ شوہر کی بہترین ساتھی، رازدار، اور مددگار بنے۔ زندگی کے ہر مرحلے میں شوہر کا ساتھ دے اور اس کے دکھ سکھ میں شریک ہو۔ بیوی کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کی اچھی تربیت کرے اور شوہر کی آمدنی اور حیثیت کو مدنظر

رکھتے ہوئے گھر کے معاملات بہترین طریقے سے چلائے۔ شوہر کی خوشی کے لیے بناؤ سنگھار کرے اور گھر کے ماحول کو سکون اور محبت کا گہوارہ بنائے۔ کسی بھی گھرانے کے نظام کو چلانے کے لیے ایک سربراہ ضروری ہوتا ہے، اور خاندانی نظام کی بہتر کارکردگی کے لیے قرآن نے مرد کو قوام قرار دیا ہے۔ بیوی کا کردار یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کے لیے اطمینان اور سکون کا ذریعہ بنے اور صبر، قناعت، اور محبت کے ساتھ اپنے گھر کو خوشحال رکھے۔[44]

8۔ شوہر کے حقوق و فرائض

شوہر کے ذمہ فرض ہے کہ وہ بیوی کا نان و نفقہ، سکنہ اور زوجیت کا حق ادا کرے۔ اس کے علاوہ استطاعت کے مطابق ضروریات زندگی، رہائش اور کھانے پینے کی اچھی سہولیات فراہم کرنا شوہر کی ذمہ داری ہے۔ شوہر اگر یہ قدرت نہیں رکھتا تو اپنی بیوی کا مقروض ہے۔ اگرچہ بیوی کے پاس اپنا مال ہو۔ پھر بھی شوہر کے پر نان و نفقہ واجب ہے۔ شوہر کو اپنی بیوی سے حسن معاشرت یعنی اچھے طریقے کے مطابق زندگی بسر کرنے کا حکم دیا ہے۔ ان کے لئے لازم ہے کہ وہ بیویوں کا حق پورا ادا کریں۔ ان کا حق مہر، نان نفقہ شوہر کی ذمہ داری ہے۔ ایک سے زیادہ بیویاں ہونے کی صورت میں ان کے درمیان انصاف کرنا۔ بد گوئی اور بری عادات جن سے بیوی کو تکلیف پہنچتی ہو، انہیں ترک کرنا۔ کسی شرعی عذر کے بغیر اس سے سختی سے پیش نہ آئے۔ بیوی کے لئے جسمانی صفائی اور زیب و زینت کا خیال رکھے۔ بیوی سے بے اعتنائی برتنا یا اس کی عزت میں کمی ہرگز درست عمل نہیں۔ اور اسے ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ بیوی کے لباس یا ظاہری حالت پر ناک بھوئیں چڑھانا یا اس کے ساتھ ترش روئی سے پیش آنا۔ جبکہ وہ قصوروار بھی نہ ہو۔ ایک اچھا شوہر وہی ہے جو اپنی بیوی بچوں کے ساتھ اچھا ہو۔ بیوی کے خاندان کے ساتھ عزت سے پیش آئے۔ بیوی کو ان سے ملنے سے نہ روکے۔ اور جب بیوی وفات پا جائے تو اس کے لیے دعا کرے۔ مرد کا یہ حق ہے کہ نکاح اور رخصتی کے بعد بیوی اپنے آپ کو خاوند کے سپرد کر دے۔ اور اسے استمتاع و نفع اٹھانے دے۔ شوہر کو حکم دیا گیا ہے کہ جو خود کھائے، وہی بیوی کو کھلائے۔ جیسا لباس خود پہنے، ویسا بیوی کو پہنائے۔ بیوی کو مارنے یا سخت اور برے الفاظ کہنے کی اسلام میں سخت ممانعت ہے۔ شوہر کو حسن سلوک اور فیاضی سے برتاؤ کرنے کی واضح ہدایت دی گئی ہیں۔ ایک مرد کو اپنے اہل و عیال کے حق میں سراپا محبت و شفقت ہونا چاہیے۔ اسے چاہیئے کہ ہر جائز امور میں بیوی اور بچوں کی حوصلہ افزائی اور دل جوئی کرے۔ اپنے اہل و عیال کے لئے صبر و تحمل سے کام لینے والا اور محبت و شفقت رکھنے والا ہو۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ شوہر کا دائرہ عمل صرف دنیاوی خواہشات یا مادی ضروریات پوری کرنے تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ وہ اپنے اہل و عیال کی روحانی، اخلاقی، سماجی تعلیم و تربیت کا بھی ذمہ دار ہے۔[45]

9۔ میاں بیوی کی باہمی ذمہ داریاں

میاں بیوی کے حقوق پر نظر ڈالی جائے تو واضح ہوتا ہے کہ یہ رشتہ قاعدے اور ضابطے کے ساتھ ساتھ رابطے کا متقاضی بھی ہے۔ ضابطے کی رو سے جہاں بیوی کے حقوق و فرائض ہیں۔ جبکہ کچھ ذمہ داریوں سے وہ بری الذمہ ہے۔ اسی طرح شوہر بھی اپنے حقوق و فرائض کے ساتھ چند ایک معاملات میں بری الذمہ ہو جاتا ہے۔ نہ تو یہ درست عمل ہے کہ بیوی پر تمام ذمہ داریوں کا بوجھ ڈال دیا جائے۔ اور شوہر تمام معاملات سے کنارہ کش ہو جائے۔ اور نہ ہی بیوی کو ایسا کرنا چاہیئے کہ وہ اپنے فرائض سے پہلو تہی کرنے کے ساتھ ساتھ شوہر یا اس کے والدین کی خدمت سے دامن کش ہو جائے۔ مرد کا فرض ہے کہ وہ بیوی کو اللہ کی عطا کی ہوئی نعمت سمجھے۔ اس کی قدر اور عزت کرے۔ اس سے محبت سے پیش آئے۔ کوئی غلطی ہونے کی صورت میں پوشی سے کام لے۔ اور صبر و تحمل کا مظاہرہ کرے۔ کیونکہ عورت فطرتاً کمزور اور جذباتی ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کی کمزوری کی رعایت کرے۔ بیوی کا بھی فرض ہے کہ اگر شوہر کے مالی حالات ناگفتہ بہ ہوں۔ تو زبان درازی یا جھگڑا کرنے کی بجائے اس ساتھ تعاون کرے۔ شاہانہ طرز زندگی کی بجائے سادہ زندگی پر اکتفاء کرے۔ شوہر اور بیوی کے حقوق کے بعد چند ایک باہمی ذمہ داریاں دونوں پر عائد ہوتی ہیں۔ جن میں بچوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام، ایک دوسرے کے والدین اور عزیز و اقارب کے ساتھ حسن سلوک شامل ہے۔ شوہر اور بیوی کے لئے لازم ہے کہ تمام اندرونی و بیرونی معاملات میں ایک دوسرے کے ساتھ مشاورت کریں۔ ایک دوسرے کی رائے کو اہمیت دیں۔ اختلاف کی صورت میں نرمی سے بات کریں۔ تنقید یا طنز سے باز رہیں۔[46]

10۔خاندانی مسائل میں مشاورت

شوریٰ محض کسی ریاست کے سیاسی نظام کا نام نہیں ہے بلکہ یہ معاشرے کے مجموعی کردار کی عکاسی کرنے والا اصول ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ"[47]

"اور ان کے معاملات آپس میں مشاورت سے طے کیے جاتے ہیں۔"

خاندان تو مسلم معاشرے کی تشکیل میں ایک بنیادی رکن کی حیثیت رکھتا ہے، پھر اس کی نشوونما میں شوریٰ کے اصول کو اپنانا استحکام حاصل کرنے اور افراد خانہ کو جوڑنے کا سب سے بڑا سبب بن سکتا ہے۔جن بچوں کی پرورش ایسے گھر میں ہو جہاں اس طرح کے اصولوں پر عملدرآمد ہوتا ہو،، دوسروں کی رائے کا احترام کیا جاتا ہو اور ہر شخص کو اظہار رائے کی آزادی حاصل ہو، تو یہ چیز بہت حد تک ان کی عقلی نشوونما اور منظم سوچ وبچار کی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔

قرآن مجید نے اہلِ خانہ کی تربیت میں مشاورت کے اصول کو اپنانے اور اسے زندگی کے معاملات میں فروغ دینے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔اس میں بچے کو دودھ پلانے اور والدین کی علیحدگی کی صورت میں بچے کا دودھ چھڑانے تک کے معاملے میں مشاورت کرنے کا حکم بھی شامل ہے۔اس میں اس بات کی تنبیہ مضمر ہے کہ ازدواجی تعلق قائم کرنے اور اس تعلق کو دوام بخشنے کے لیے مشاورت کرنا بدرجہ اولی لازمی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَه رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّه بِوَلَدِه وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّا اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ O"[48]

"اور مائیں اپنے بچوں کو دو سال تک دودھ پلائیں، یہ اس کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت کو مکمل کرنا چاہے۔باپ پر لازم ہے کہ وہ دستور کے مطابق ماں کے کھانے اور کپڑے کا انتظام کرے۔کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔نہ ماں کو بچے کی وجہ سے نقصان پہنچایا جائے اور نہ باپ کو۔وارث پر بھی یہی ذمہ داری ہے۔اگر والدین باہمی رضامندی اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو کوئی گناہ نہیں، اور اگر کسی دوسری عورت سے دودھ پلوانا چاہیں تو بھی کوئی حرج نہیں بشرطیکہ والد دستور کے مطابق طے شدہ اجرت ادا کرے۔اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ تمہارے ہر عمل کو خوب دیکھتا ہے۔"

حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں کہا ہے اگر بچے کے والدین دو سال پورے ہونے سے پہلے ہی دودھ چھڑانے میں مصلحت دیکھتے ہیں اور دونوں مشورے پر متفق ہیں تو ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔[49]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس امر میں فریقین میں سے کسی ایک کو دوسرے سے الگ حیثیت میں نہیں دیکھا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس بات کی اجازت ہے کہ ایک فریق دوسرے فریق پر بلا مشورہ اپنی رائے تھوپ دے۔اور اس امر میں بچے کے تحفظ اور دیکھ بھال کے لیے زوجین میں مشاورت ضروری ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر ایک رحمت ہے جس میں اس نے بچوں کی تربیت کے سلسلے میں والدین پر مشاورت کو ایک شرعی اور اخلاقی فریضہ قرار دیا ہے اور اس آیت کو ایک رہنما اصول کی حیثیت سے پیش کیا ہے جس کی بنیاد پر خاندانی امور میں مشاورت کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔اور دوسری آیت جس میں خاندان کی زندگی میں اصول مشاورت کی اہمیت معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے:

"وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِه وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا"[50]

"اور اگر میاں بیوی کے تعلقات بگڑنے کا اندیشہ ہو تو ایک منصف مرد کے خاندان سے اور ایک عورت کے خاندان سے مقرر کرو۔ اگر وہ دونوں صلح پر امادہ ہوں تو اللہ ان کے درمیان الفت پیدا کر دے گا۔"

یہ آیت یہ امر واضح کرتی ہے کہ اگر کبھی زوجین مشکل حالات میں پڑ جائیں تو ان کے خاندان والوں کو آپسی مشاورت سے مسئلہ حل کرنا چاہیے تا کہ دونوں خاندانوں میں امن وراحت بحال ہو۔

سنت مطہرہ اس بات پر زور دیتی ہے کہ باپ بیٹیوں کی شادی کے بارے میں اپنی بیوی سے مشورہ کرے، کیونکہ بیٹیاں باپ سے زیادہ ماں کے قریب ہوتی ہیں۔ گھر اور بچوں کے معاملات میں بیوی سے مشورہ کرنا اوروں سے زیادہ اہم ہے کیونکہ وہ شوہر کی زندگی کا حصہ ہے اور گھر کی فلاح وبہبود کے لیے دوسرے پہیے کی حیثیت رکھتی ہے۔ چونکہ وہ زیادہ وقت گھر میں گزارتی ہے اس لیے وہ معاملات کو زیادہ بہتر جانتی ہے اور اس پر بچوں کے وہ معاملات بھی عیاں ہیں جو باپ پر مخفی ہیں۔ اس لیے کسی مرد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی رائے کو گھر والوں پر مسلط کرے بلکہ اسے چاہیے کہ اپنی بیوی سے مشورہ کرے اور اگر وہ معقول رائے دے تو اسے قبول کرے۔

سیرت طیبہ ﷺ میں ایسی مثالیں ہیں جن سے تربیت اہلِ خانہ کے مسئلے میں اظہارِ رائے اور مشورے کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے، مثلاً، نبی اکرم ﷺ نے اپنی زوجہ محترمہ اُم سلمہ سے مسلمانوں کے ایک عمومی مسئلے کے بارے میں مشورہ کیا۔ یہ واقعہ حدیبیہ کے دن پیش آیا ہے، جب صحابہ احرام کھولنے کے حکم پر شش وپنج میں تھے وہ قربانی کرنے اور سر منڈوانے کے لیے تاخیر کا شکار ہوئے۔ اس وقت نبی اکرم ﷺ نے اپنی زوجہ محترمہ اُم سلمہ کو سارا ماجرا بیان کیا۔ اُم سلمہ نے کہا اے اللہ کے رسول انہیں ملامت نا کریں ان پر بہت سخت آزمائش پڑی ہوئی ہے کیونکہ آپ ﷺ نے معاہدہ صلح قبول کر کے اور انہیں بغیر فتحیاب لوٹا کے جو تکلیف جھیلی ہے اس وجہ سے وہ بہت غمگین ہیں۔ پھر فرمایا اے اللہ کے نبی، آپ ﷺ باہر نکلیں اور کسی سے بات کیے بغیر اپنا دنبہ ذبح کریں اور حجام کو بلوا کر سر مبارک منڈوائے۔ آپ ﷺ باہر آئے اور یہی سب کیا اس طرح سارے صحابہ اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک دوسرے کا سر منڈوانے لگے۔[51]

اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خاندانی زندگی کو قیام کے ابتدائی دنوں سے مشاورت اور آپسی رضامندی کی اساس پر قائم کرنا چاہیے۔ اسی لیے شریعت والد کو اپنی بیٹی پر شادی کے معاملے میں رائے پوچھے بغیر جبر کرنے سے منع کرتی ہے اور خاندان کی بنیاد رکھنے کے بعد ضروری ہے کہ زوجین اور بچوں کے درمیان افہام وتفہیم اور مشاورت کا عمل جاری رہے۔ کتنی ہی بیویاں اور بچے ایسے ہیں جن کی رائے گھر والوں کے لیے خیر وبرکت سے بھری ہوئی ہوتی ہے۔

حوالہ جات وحواشی:

[1] مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، پردہ، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 2005ء)، ص 92-93
Maududi, Abul A'la, Syed, Purdah, (Lahore: Idara Tarjuman-ul-Qur'an, 2005), pp. 92-93

[2] النساء: 34
Al Nisa: 34

[3] ابراہیم امینی، علامہ، خاندان کا خلاق، مترجم: عندلیب زہرا، (کراچی: دارالثقافۃ، 1992ء)، ص 10
Ibrahim Amini, Allama, Khandan ka Khalaq, translated by: Andaleeb Zahra, (Karachi: Dar-ul-Thaqafa, 1992), p. 10.

[4] مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، حقوق زوجین، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 2009ء)، ص 45
Maududi, Abul A'la, Syed, Huqooq-e-Zaujain, (Lahore: Idara Tarjuman-ul-Qur'an, 2009), p. 45.

[5] نعیم صدیقی، عورت معرض کشمکش میں، (لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، س ن)، ص 126
Naeem Siddiqui, Aurat Maariz-e-Kashmakash Mein, (Lahore: Al-Faisal Nashiran-o-Tajiran-e-Kutub, s.n.), p. 126.

[6] بخاری، محمد بن اسمعیل، الجامع الصحیح، (الریاض: دارالسلام، 2005ء)، كِتَاب الْإِيمَانِ، بَابُ كُفْرَانِ الْعَشِيرِ وَكُفْرٍ دُونَ كُفْرٍ، الرقم الحدیث: 29
Bukhari, Muhammad bin Ismail, Al-Jami' Al-Sahih, (Riyadh: Darussalam, 2005), Kitab-ul-Iman, Bab Kufran Al-Ashir wa Kufr-un-Duna Kufr, Hadith No. 29.

[7] عثمانی، محمد تقی، مفتی، انعام الباری، (کراچی: مکتبۃ المعارف، 2012ء)، ج 1، ص 486

Usmani, Muhammad Taqi, Mufti, In’am-ul-Bari, (Karachi: Maktaba Al-Maarif, 2012), Vol. 1, p. 486.

[8] نعیم صدیقی، اصلاح معاشرہ، (کراچی: ترجمان القرآن سوسائٹی، س ن)، ص10
Naeem Siddiqui, Islah-e-Muashra, (Karachi: Tarjuman-ul-Qur'an Society, s.n.), p. 10.

[9] ابراہیم امینی، علامہ، خاندان کا خلاق، ص47-48
Ibrahim Amini, Allama, Khandan ka Khalaq, pp. 47-48.

[10] البقرۃ:187
Al-Baqarah: 187

[11] بخاری ، محمد بن اسمعیل، الجامع الصحیح ، كِتَاب بَدْءِ الْخَلْقِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ الْجَنَّةِ وَأَنَّهَا مَخْلُوقَةٌ، الرقم الحديث: 3241
Bukhari, Muhammad bin Ismail, Al-Jami' Al-Sahih, Kitab Bad' Al-Khalq, Bab Ma Jaa Fi Sifat Al-Jannah wa Annaha Makhluqah, Hadith No. 3241.

[12] عبدالستار الحماد، حافظ، هداية القاري شرح صحيح البخاري، (لاہور: مکتبہ اسلامیہ، 2015ء)، ج5، ص199-200
Abdul Sattar Al-Hammad, Hafiz, Hidayat-ul-Qari Sharh Sahih Al-Bukhari, (Lahore: Maktaba Islamia, 2015), Vol. 5, pp. 199-200.

[13] البقرۃ:187
Al-Baqarah: 187

[14] النساء:34
Al-Nisa: 35

[15] نعیم صدیقی، عورت معرض کشمکش میں، ص195
Naeem Siddiqui, Aurat Maariz-e-Kashmakash, p. 295.

[16] ایضاً، ص60
Ibid, p. 60.

[17] النور:32
Al-Nūr: 32

[18] النساء:24
Al-Nisa: 24

[19] بخاری ، محمد بن اسمعیل ، الجامع الصحیح ، كِتَاب النكاح، بَابُ مَنْ لَمْ يَسْتَطِعِ الْبَاءَةَ فَلْيَصُمْ، الرقم الحديث: 5066
Bukhari, Muhammad bin Ismail, Al-Jami' Al-Sahih, Kitab Al-Nikah, Bab Man Lam Yastati’ Al-Ba'ah Falyasum, Hadith No. 5066.

[20] الروم:21
Al-Rūm: 21

[21] ذولفقار احمد نقشبندی، پیر، مثالی ازدواجی زندگی کے سنہری اصول، (جھنگ: مکتبہ الفقیر، 2009ء)، ص66
Zulfiqar Ahmad Naqshbandi, Pir, Misali Azaudaji Zindagi ke Sunehri Usool, (Jhang: Maktaba Al-Faqir, 2009), p. 66.

[22] البقرۃ:3-5
Al-Baqarah: 3-5

[23] النور:30-31
Al-Nūr: 30-31

[24] بخاری ، محمد بن اسمعیل ، الجامع الصحیح ، كِتَاب النكاح، بَابُ الْمُدَارَاةِ مَعَ النِّسَاءِ، الرقم الحديث: 5184
Bukhari, Al-Jami' Al-Sahih, Kitab Al-Nikah, Bab Al-Mudarah Ma’a Al-Nisa, Hadith No. 5184.

[25] عثمانی، محمد تقی، مفتی، انعام الباری، ج7، ص316-317
Usmani, Muhammad Taqi, Mufti, In’am-ul-Bari, pp. 316-317.

[26] John Gery, Men are from Mars, Women are from Venus, Quill Publishers, NY, 2002, P.8

[27] ترمذی، محمد بن عیسیٰ ، الجامع ،(الرياض : دارالسلام ، 2008ء) كتاب الدعوات، الرقم الحديث: 3524
Tirmidhi, Muhammad bin Isa, Al-Jami', (Riyadh: Darussalam, 2008), Kitab Al-Da’awat, Hadith No. 3524.

[28] ابوداؤد، سليمان بن اشعث، السنن،(الرياض : دارالسلام ، 2005ء) كتاب تفريع أبواب الوتر، باب فِي الِاسْتِغْفَارِ، الرقم الحديث: 1525
Abu Dawood, Sulaiman bin Ash’ath, Al-Sunan, (Riyadh: Darussalam, 2005), Kitab Tafree’ Abwab Al-Witr, Bab Fi Al-Istighfar, Hadith No. 1525.

[29] بخاری ، محمد بن اسمعیل ، الجامع الصحیح ، كِتَاب الدَّعَوَاتِ، بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ الْكَرْبِ، الرقم الحديث: 6345
Bukhari, Muhammad bin Ismail, Al-Jami' Al-Sahih, Kitab Al-Da’awat, Bab Al-Du’a ‘Ind Al-Karb, Hadith No. 6345.

[30] مسلم بن حجاج ، الجامع الصحیح ، (الرياض : دارالسلام ، 2015ء) كِتَاب الزَّكَاةِ، باب لَوْ أَنَّ لِابْنِ آدَمَ وَادِيَيْنِ لَابْتَغَى ثَالِثًا، الرقم الحديث: 2417
Muslim bin Hajjaj, Al-Jami' Al-Sahih, (Riyadh: Darussalam, 2015), Kitab Al-Zakat, Bab Law Anna Li Ibn Adam Wadiyayn Labtagha Thalithan, Hadith No. 2417.

[31] ترمذی ، ابو عیسیٰ ، محمد بن عیسیٰ ، الشمائل المحمدية، (مصر : دارالمعارف ، س ن) ، بَابُ مَا جَاءَ فِي تَوَاضُعِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، الرقم الحديث: 329، 333، 341
Tirmidhi, Abu Isa, Muhammad bin Isa, Al-Shama’il Al-Muhammadiyah, (Misr: Dar Al-Ma’arif, s.n.), Bab Ma Jaa Fi

Tawadhu’ Rasul Allah Sallallahu Alayhi wa Sallam, Hadith Nos. 329, 333, 341.

[32] ایضاً، بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ خُبْزِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، الرقم الحديث: 142
Ibid, Bab Ma Jaa Fi Sifat Khubz Rasul Allah Sallallahu Alayhi wa Sallam, Hadith No. 142.

[33] احمد بن حنبل ، المسند، الرقم الحديث: 11825
Ahmad bin Hanbal, Al-Musnad, Hadith No. 11825.

[34] ترمذی ، ابو عیسیٰ ، محمد بن عیسیٰ ، الشمائل المحمدية، بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ خُبْزِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، الرقم الحديث: 144
Tirmidhi, Abu Isa, Muhammad bin Isa, Al-Shama’il Al-Muhammadiyah, Bab Ma Jaa Fi Sifat Khubz Rasul Allah Sallallahu Alayhi wa Sallam, Hadith No. 144.

[35] مسلم بن حجاج ، الجامع الصحيح ، باب الوصية بالنساء ، الرقم الحديث: 3645
Muslim bin Hajjaj, Al-Jami' Al-Sahih, Bab Al-Wasiyyah bil-Nisa, Hadith No. 3645.

[36] اسرار احمد، ڈاکٹر، عائلی زندگی کے بنیادی اصول سورۃ التحریم کی روشنی میں، (لاہور: مرکزی انجمن خدام القرآن، 2009ء)، ص7
Asrar Ahmad, Dr., A’ili Zindagi ke Buniyadi Usool Surah Al-Tahreem ki Roshni Mein, (Lahore: Markazi Anjuman Khuddam-ul-Quran, 2009), p. 7.

[37] البقرۃ: 223

.Al-Baqarah: 223

[38] جلال الدین عمری، اسلام میں عورت کے حقوق، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 1978ء)، ص9
Jalaluddin Umari, Islam Mein Aurat ke Huqooq, (Lahore: Islamic Publications, 1978), p. 9.

[39] عابدہ علی، عورت قرآن وسنت اور تاریخ کے آئینے میں، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، س ن)، ص7-8
Abida Ali, Aurat Quran wa Sunnat aur Tareekh ke Aaine Mein, (Lahore: Islamic Publications, s.n.), pp. 7-8.

[40] ایضاً

Ibid

[41] جلال الدین عمری، اسلام میں عورت کے حقوق، ص10-11

Jalaluddin Umari, Islam Mein Aurat ke Huqooq, p. 11-10.

[42] ایضاً

Ibid

[43] ایضاً، ص12

Ibid, p. 12.

[44] تھانوی، اشرف علی، مولانا، حقوق زوجین، (کراچی: مکتبہ عمر فاروق، س ن)، ص235-236
Thanwi, Ashraf Ali, Maulana, Huqooq Zaujain, (Karachi: Maktaba Umar Farooq, s.n.), pp. 235-236.

[45] ایضاً، ص248-249

Ibid, pp. 248-249.

[46] صالح عبدالكريم ، ڈاكٹر ، كيف تعالج مشكلات ابنائك بنفسك، (مصر : الراية النشر والتوازيع، 2011ء) ، ص 79-80
Saleh Abdul Karim, Dr., Kaif Tu’alij Mushkilat Abna’ika Binafsik, (Misr: Al-Rayah Al-Nashr wa Al-Tawazi’, 2011), pp. 79-80.

[47] الشوریٰ: 38

Al-Shura: 38.

[48] البقرۃ: 233

Al-Baqarah: 233.

[49] ابن كثير، ابوالفداء ، اسمعيل بن عمر، تفسير القرآن العظيم ، (لاہور : مكتبہ قدوسيہ ، 2007ء) ، ج1، ص 486
Ibn Kathir, Abu Al-Fida, Tafsir Al-Qur'an Al-Azim, (Lahore: Maktaba Qudusia, 2007), Vol. 1, p. 486.

[50] النساء: 35

An-Nisa: 35.

[51] مبارک پوری، صفی الرحمن، مولانا، الرحیق المختوم، (لاہور: دارالسلام، 2015ء)، ص509
Mubarakpuri, Safiur Rahman, Maulana, Ar-Raheeq Al-Makhtum, (Lahore: Darussalam, 2015), p. 509.